

دعوت کے ساتھ عدم تعاون۔ دونوں کو برابر قرار دینا اور دونوں کی خلاف ورزی اور عدم تعییل پر ایک ہی طرح کا نتیجہ مرتب کر دینا غلوٰنی الدین ہے اور دائیٰ کی حیثیت کو امتی کی بجائے ایک نبی کی حیثیت میں پیش کرنے کے مترادف ہے۔

جہاد تبوک میں بلا استثناء تمام مسلمانوں کو شرکت کا حکم عام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ حکم قطعی اور نص رسول کے سامنے کسی تاویل و اجتہاد کی قطعاً کوئی بجا ش نہیں رہی تھی اور اس حکم قطعی عام کی تعییل سے پچھے کے لیے جیلے و حوالہ سے کام لینا عدم یقین اور کفر و نفاق کی وجہ سے ہی تھا، اس لیے اگلی آیت و ان جہنم لمحیطہ بالکافرین میں صاف طور پر اس طرح کی جیلہ جوئی کرنے والوں کو کافر اور جہنمی قرار دیا گیا ہے۔

برخلاف دوسرے کسی ایسے شخص کی طرف سے دعوت جہاد کے جس کی حیثیت محسن امتی کی ہو، نہ وہ نبی ہے نہ وہ اس کا نائب و خلیفہ ہے۔ اس کے عدم تعاون کو آیت نفاق کا مصدقہ قرار دینا یقیناً تفسیر بالرائے اور اپنی خواہش کے مطابق قرآنی آیات کو ڈھالنا اور حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شرائط جہاد کے پائے جانے میں اختلاف ہو جائے اور ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک شرائط نہ پائے جاتے ہوں، ان کے نزدیک اس دعوت جہاد پر لبیک کہنا کیوں ضروری ہوگا؟ ایسی حالت میں تعود عن الجہاد کو منافقین کے تعود کے مثل کیونکہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور اس پر ”راہ حق میں جہاد کرنے سے بھی چرانا“ کا حکم لگانا کیسے درست؟ ہو سکتا ہے؟

(”مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کی تفسیر علماء عصر کی نظر میں“، مجلہ ”الحقانیہ“ ساتھیوال، جولائی/اگست ۲۰۱۲ء، ص

(۱۲۵، ۱۲۳)

اختلاف اور نفسانیت

انسانوں کے مابین اختلاف کا پیدا ہو جانا ایک طبی امر ہے۔ اس کی وجہ کسی مادی مفہاد کا تکرار بھی ہو سکتا ہے، رائے اور نقطہ نظر کا مختلف ہونا بھی اور شخصی انااؤں کا باہمی تصادم بھی۔ علمی و فکری اختلاف اگر دیانت داری سے ہو اور اس میں نفسانی آمیزشیں نہ ہوں تو اختلاف کا اظہار مخصوص آداب کے ساتھ ہوتا ہے۔ تاہم انسان ایک کمزور شخصیت کا مالک ہے۔ عام طور پر اس کے لیے ایسی صورت حال میں اپنی نفسانی کمزوریوں سے بالاتر ہو جانا اور اختلاف کو خاص نظری و علمی رکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ ہم میں سے زیادہ تر لوگ ایسی کیفیت میں رائے یا نقطہ نظر کے اختلاف کو نفسی انا کا مسئلہ بنایتے ہیں اور یہیں سے اختلاف کے حدود دا داب پاماں ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

علم نفسیات کی رو سے اگر انسان اپنی ذہنی کیفیت کا تجزیہ کرنا سیکھ لے اور مختلف رویوں سے پیدا ہونے والی ظاہری علامات پر نظر کھٹوہ خود اپنا نفسی علاج کر سکتا ہے۔ بالعموم انسانوں کے لیے غیر جانب داری سے خود اپنی ہی شخصیت کا تجزیہ کرنا ممکن نہیں ہوتا اور وہ خود کو سمجھنے اور اپنی اصلاح و علاج کے لیے دوسرے ماہرین سے، جوان کی شخصیت کا بہتر تجزیہ کر کے علاج تجویز کر سکیں، رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ یہیں سے ماہرین نفسیات اور دینی اصلاح کے دائرے میں صوفیاء کے تحریر کر سکتے ہیں۔ بہر حال اختلاف رائے کے حوالے سے اپنی نفسیاتی کیفیت کا تجزیہ کرنے کے لیے کچھ عمومی علامات کو اگر سامنے رکھا جائے اور اپنے طریقہ عمل اور رویہ پر نظر

رکھتے ہوئے مسلسل تجویز کیا جاتا ہے تو خود آموزی کے اصول پر بھی کافی حد تک بہتری پیدا کرنا ممکن ہے۔ راقم کے مشاہدہ و تجویز کی روشنی میں اگر کوئی شخص اختلاف کی کیفیت میں اپنے اندر درج ذیل علامات میں سے کوئی علامت محسوس کرے تو اسے یقین کر لینا چاہیے کہ اس کا اختلاف بظاہر کتنے ہی علمی، اصولی اور مذہبی کلتے پر ہی ہو، درحقیقت اس میں نفسانیت کی آمیزش ہو چکی ہے اور شخصی یا گروہی اناجھی اس میں اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے متحرک ہو چکی ہے:

- ۱- آپ کو اپنی ناپسندیدگی کا رخ خالف رائے سے زیادہ حامل رائے کی طرف محسوس ہوا اور آپ رائے کی غلطی اس پر یادو سرے لوگوں پر واضح کرنے سے زیادہ اس کی شخصیت کو محروم کرنے میں دلچسپی اور لذت محسوس کریں۔
- ۲- آپ خالف رائے کو خود اس کے اپنے نقطہ نظر اور پیش کردہ استدلال کے مطابق غیر جانبداری سے پیش نہ کر سکتے ہوں اور اسے اپنے زاویہ نظر سے منفی اور تقدیمی رنگ میں ہی بیان کرنے میں اطمینان محسوس کریں۔
- ۳- آپ کی نظر محسن خالف کی خامیوں اور کمزوریوں پر ہی لکھتی ہو، جبکہ اس کے ہاں پائی جانے والی خوبیوں کا اعتراف کرنے میں آپ کو انقباض محسوس ہو۔
- ۴- بحث کے دوران میں آپ کو خالف کی کسی بات میں وزن محسوس ہو، لیکن آپ ہمدردی سے اس پر غور کرنے کے بجائے اپنے ذہن میں پہلے سے قائم مفہومی تاثر کی بنیاد پر اسے جھٹک دیں۔
- ۵- آپ اختلاف میں دوہرے معیار سے کام لیں۔ ایک بات ہے آپ غلط سمجھتے ہیں، اگر آپ کے پسندیدہ اصحاب فکر نے کہی ہو تو آپ حص نظرن یا تاویل وغیرہ سے کام لیں، لیکن وہی بات اپنے کسی خالف کی زبان سے سننے یا تحریر میں پڑھنے پر آپ کی ”دینی نیزت“ جاگ اٹھے۔
- ۶- آپ خالف پر تقدیم کرتے ہوئے اختلاف کے درجے کو لکھوڑ نہ رکھیں اور کم تر درجے کے اختلاف کو بھی غمین اور ناقابل برداشت ظاہر کیے بغیر آپ کا اطمینان نہ ہوتا ہو۔ (مولانا تھانوی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ استاد یادوالد کو بچے کی غلطی پر تادیب کا حق ہے، لیکن یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کیا سزا، غلطی کے تناسب سے دی جا رہی ہے؟ اگر غلطی ہلکی تھی، لیکن غصے سے مغلوب ہو کر سزا سخت دے دی گئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ عمل اصلاح اور تادیب کے جذبے سے نہیں، بلکہ اپنے غصے کی تسلیم کے لیے کیا گیا ہے)۔
- ۷- کسی شخص کے خیالات اور افکار سے آپ کو پہلے بھی اختلاف ہو، لیکن کسی خاص واقعے کے بعد جس میں آپ کو اس شخص سے یا اس کی وجہ سے ذاتی طور پر کوئی دلکشی پہنچے، اختلاف کے حوالے سے آپ کے احساسات اور اختلاف کے اظہار میں شدت اور جاریت پیدا ہو جائے۔ (اس حوالے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ معروف ہے کہ انہوں نے میدان جنگ میں ایک کافر کو زیر کر لی، لیکن جب کافرنے ان کے چہرے پر ٹھوک دیا تو سیدنا علی نے یہ کہہ کر اسے چھوڑ دیا کہ اب اگر میں اسے قتل کرتا تو مجھے ڈر تھا کہ اس میں میرا ذاتی انتقام کا جذبہ بھی شامل ہو گا)۔
- ۸- آپ کو کسی سے اختلاف رائے ہوا اور آپ اس کی اصلاح کے خواہش مند ہوں، لیکن کسی مرحلے پر آپ

ہمدردانہ اصلاح کے بجائے اسے بحث میں زیر کرنے یا لوگوں کی نظر میں اسے نیچا دکھانے یا دوسروں کو اس سے متفر کرنے کی کوشش کریں جس میں آپ کو کامیابی نہ ہو اور اس کے بعد آپ کے محسوسات اور اظہار اختلاف کے طریقے میں سختی اور تندری در آئے۔

۹- آپ اپنے دل میں مخالف کے لیے اصلاح کی حقیقی اور مغلصانہ خواہش رکھتے ہیں، اس کو جانچنے کا ایک سادہ پیارہ یہ ہے کہ کیا آپ اس کے حق میں دعا اور استغفار کرتے ہیں؟ نیز مخالف کی کوئی ایسی بات سامنے آنے پر جو آپ کی نظر میں قابل اعتراض ہو، آپ کو دکھوں ہوتا ہے اور یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش اس نے یہ بات نہ کی ہوئی یا آپ کو اس بات پر خوشی محسوس ہوتی ہے کہ بہت اچھا، اس پر تقدیم کرنے کے لیے ایک اور کہتی مل گیا؟ (میرے ذاتی مشاہدے کی بات ہے کہ ایک معروف عالم اور مناظر کو میں نے ایک صاحب علم کے متعلق، جن کے بارے میں ان صاحب کی رائے اچھی نہیں تھی، یہ بتایا کہ فلاں مسئلے میں ان کی رائے یہ ہے۔ مناظر صاحب کے نقطہ نظر کے مطابق وہ رائے الحاد کے درجے کو پہنچی ہوئی تھی، لیکن انھوں نے یہ اطلاع ملنے پر کسی افسوس یا دکھ کا اظہار نہیں کیا، بلکہ جو شہر سے جیسے ان کی باچیں کھل گئیں۔ زبان حال سے وہ گویا یہ کہہ رہے تھے کہ بہت خوب، اب اس کو ایسا را گیوں گا کہ کیا یاد کرے گا!) نفسانیت ایسی چیز ہے کہ اس کے شرے ہر حال میں نہ صرف پناہ مانگنی چاہیے بلکہ ہمہ وقت نفس کے شرور پر نظر بھی رکھنی چاہیے۔ یہ بظاہر بڑے اعلیٰ درجے کے دینی کاموں میں بھی شامل ہو کر انھیں خالص دینیوی اور نفسانی سرگرمیاں بنا دیتی ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اہل مدارس کے متعلق لکھا تھا کہ ان کے لیے اپنے اخلاص اور للہیت کو جانچنے کا ایک سادہ سانحہ یہ ہے کہ اگر آپ کے قائم کر دینی ادارے کے قریب ہی کوئی دوسرا دینی ادارہ بنے لگے تو آپ اپنے محسوسات کا جائزہ لیں۔ اگر آپ کو اس بات پر خوشی محسوس ہو کہ دین کے کام کے لیے ایک اور ذریعہ وجود میں آ رہا ہے جس سے خلق خدا کو فائدہ ہوگا تو آپ کا کام اخلاص پرمنی ہے۔ اور اگر آپ کو رقبات اور اپنے حلقة اثر کے متاثر ہونے کے جذبات محسوس ہوں تو یقیناً آپ کا محکم خدمت دین اور رضائے الہی کا حصول نہیں ہو سکتا ہے۔

اللهم انا نعوذ بك من شرور انفسنا ومن سیارات اعمالنا۔

غامدی صاحب کا تصور حدیث و سنت

از قلم: ابو عمر زاہد الراشدی

[صفحات: ۲۰]

۱۵ اروپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مکتبہ امام اہل سنت سے طلب کیا جاسکتا ہے